

## اقبال کی شخصی تعمیر کے چند پہلو: تحقیقی مطالعہ

### Some Aspects of Iqbal's Personality: A Research Study

[Maria Bilal](#)

Lecturer, Urdu Department, University of Sialkot, Sialkot, Pakistan.

[Muhammad Amir Iqbal](#)

Assistant Professor, Urdu Department, University of Sialkot, Sialkot, Pakistan.

#### KEYWORDS

Iqbal  
Upbringing  
Thought  
Philosophy  
Nature  
Skill  
Questioning

#### DATES

Received 24-08-2021  
Accepted 07-12-2021  
Published 21-12-2021

#### QR CODE



#### ABSTRACT

*Life of Iqbal is the source of many virtues. This article focuses on some of the sources and motivations that influenced Iqbal's personality. Home environment was the first school of training for Iqbal. Parent's training made him a person of outstanding qualities from the time of childhood. The teachers polished more. Iqbal was also influenced by Sir Syed's movement. This article will give you a glimpse of the research and critique of many new aspects. We must consider the motives of Iqbal's knowledge and wisdom. By the study of these motives, we can examine the mental evolution of Iqbal. Therefore, everything should come to light. Iqbal also expressed his love for nature but within limits. Otherwise, people would make nature an idol and start worshipping it. Authoritative quotes from experts are the part of this research article. These references will provide assistance in the topics of Iqbal Studies.*

DOI: <https://doi.org/10.54064/negotiations.v1i3.27>

تلخیص:

حیاتِ اقبال بہت سی خوبیوں کا سرچشمہ ہے۔ اس مضمون میں اقبال کی زندگی پر اثر انداز ہونے والے کچھ ماخذوں اور محرکات کو موضوع بنایا گیا ہے۔ اقبال کی شخصیت استفہامی کیفیت سے بھی دوچار رہی۔ اس مضمون میں اس کیفیت کے چند پہلو بھی دیکھے جاسکتے ہیں۔ اقبال کی تربیت کا پہلا مکتب گھر کا ماحول تھا۔ والد اور والدہ کی شخصیت نے ابتدا سے ہی اثر انداز ہو کر نمایاں خوبیوں کا مالک بنادیا۔ اساتذہ نے نکھار کر مزید کندن کر دیا۔ اقبال پر سرسید کی تحریک کے اثرات بھی تھے۔ اس مضمون میں بہت سے نئے پہلوؤں پر تحقیق و تنقید کی جھلک نظر سے گزرے گی۔ اقبالیات کے حوالہ سے یہ نکتہ نظر بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ان محرکات پر غور کی ضرورت ہے جو اقبال کی شخصیت اور علم و دانش کا حصہ ہیں اور عوام الناس

کے لیے متاثر کن ہیں۔ ان محرکات کے مطالعہ سے اقبال کے ذہنی ارتقاء کا جائزہ لیا جاسکتا ہے۔ فکرِ اقبال کے تمام محرکات اور ماخذ ہمارے لیے قابلِ تحسین و تقلید ہیں۔ پوشیدہ افکار کی جانچ کارویہ ہمیشہ اقبال پر حاوی رہا۔ اقبال کے افکار فکر و فلسفہ سے بھرپور ہیں۔ خیالات و افکار کے اظہار نے اقبال کو انفرادیت عطا کی۔ اقبال کے استغناء اور استفسار کی کیفیت سے بہت ہی عالمانہ اور فاضلانہ پہلو دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اس مضمون میں ان پہلوؤں کی جھلک بھی دیکھنے کو ملے گی۔ اقبالیات میں تحقیق و تنقید کے طلباء اس مضمون کے مطالعہ سے استفادہ کرتے ہوئے نئی راہوں پر گامزن ہوں گے۔ استفسار و استغناء کا مطالعہ اقبال کے فکر و نظر کو جاننے اور جانچنے کے لیے بہت ہی اہم ہے۔ اقبال نے فطرت کے مناظر سے بھی محبت کا اظہار کیا مگر اس کی بھی حدوں کا تعین کیا ورنہ لوگ فطرت کو بھی بت بنا کر اس کی بھی پوجا شروع کر دیتے۔ ماہرین کے مستند حوالے اس تحقیقی مضمون کا حصہ ہیں جو اقبالیات کے موضوعات میں معاونت فراہم کریں گے۔

اس بات پر سب اتفاق رکھتے ہیں کہ اقبال کا گھریلو ماحول مذہبی تھا۔ والد صوفی منش اور والدہ نہایت نیک تھیں۔ یہ پہلا مکتب و مدرسہ تھا جہاں اقبال کی تربیت ہوئی۔ اقبال کو مطالعہ قرآن سے خاص شغف تھا۔ جب بھی پڑھتے خاص سوچ سمجھ کر پڑھتے اس لیے قرآن کے مطالعہ نے انہیں بہت زیادہ متاثر بھی کیا۔ گھریلو ماحول ہی انسان کی پہلی درس گاہ ہوا کرتا ہے۔ اس درس گاہ میں والد اور والدہ پہلے استاد ہوتے ہیں جن کا اثر بچے کی شخصیت پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اقبال کے گھر کا مذہبی ماحول اور والدین کی دینداری یہ وہ چیزیں ہیں جو اقبال کے قلب و نظر کا پہلا سبق ہے۔ اس کے بعد اقبال کی شخصیت کو متاثر کرنے والی دوسری شخصیت ’مولوی میر حسن‘ کی ہے۔ آپ ”اقبال گر“<sup>1</sup> ہیں۔

اقبال اپنے استاد محترم کا بہت احترام کرتے تھے۔ آپ کے استاد مولوی میر حسن نے تعلیم و تربیت کا ذمہ لیا اور خاص انداز اختیار کرتے ہوئے اقبال کے قلب و ذہن کو روشن چراغ بنادیا۔ اقبال اس بات پر ایمان رکھتے تھے کہ انہیں فکر و فلسفہ کا یہ جو فیض حاصل ہوا ہے، اسکے لیے ذہنی کشادگی مولوی میر حسن ہی کے کرم سے حاصل ہوئی ہے۔ مولوی میر حسن کی محبت نے علم و دانش کے نکتے اقبال کو سمجھائے ہیں۔ اقبال حضرت محبوب الہی نظام الدین اولیاءؒ کے مزار پر جا کر دعا گو ہوئے تھے اور زمین و آسمان کے مالک سے درخواست کی تھی کہ مولانا میر حسن کی زیارت سے شادمانی عطا فرما۔ نظم ”الہجائے مسافر“ میں کہتے ہیں۔

وہ شمع بارگہ خاندان مرتضوی      رہے گا مثل حرم جس کا آستان مجھ کو  
نفس سے جس کے کھلی آرزو کی کلی      بنایا جس کی مروت نے نکتہ داں مجھ کو  
دعا یہ کر کہ خداوند آسمان وزمین      کرے پھر اس کی زیارت سے شادماں مجھ کو<sup>2</sup>

یہ وہ دور تھا جب سرسید احمد خان کی تحریک زوروں پر تھی۔ مولانا میر حسن بھی سرسید احمد خان سے متاثر ہوئے اور ان کی تحریک کا حصہ بنے۔ اقبال نے بھی مولوی میر حسن سے فیضانِ نظر حاصل کیا۔ اس لیے ہم کہہ سکتے ہیں اقبال کا تعلق بھی سرسید احمد خاں سے اور سرسید کی تحریک سے ہے۔ جسٹس جاوید اقبال لکھتے ہیں۔

He received his early education in Sialkot under Moalana Syed Mir Hasan, an enthesiastic follower of Syed Ahmad Khan. It can be deduced that Iqbal become acquainted with the Aligarh movement

<sup>1</sup> اقبال، اقبالنامہ مرتبہ شیخ عطاء اللہ (لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان، 2005ء)، 648۔

<sup>2</sup> اقبال، کلیات اقبال اردو، بانگ درا، الہجائے مسافر (لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان، 2004ء)، 123۔

through the Moalana and justified its aims in the earlier part of his career.<sup>3</sup>

اقبال نے اپنی زندگی میں سرسید کی تحریک کے اثرات بھی دکھائے۔ اس طرح گھر کے بعد ماخذ و محرکات میں دوسرا ماخذ مولانا میر حسن کا ہے جن کی شخصیت نے اقبال کے ذہن اور قلب و نظر پر گہرے نقوش چھوڑے۔ اور اقبال نے بھی شاگردی کا حق ادا کر دیا۔

ماخذ و محرکات کا تیسرا ادارہ پروفیسر آر نلڈ کا ہے۔ اقبال کے ذہن و فکر پر آر نلڈ کے بہت اثرات ہیں۔ آر نلڈ انتہائی قابل استاد اور فلسفہ کے ماہر تھے۔ اقبال نے آر نلڈ سے باقاعدہ فلسفہ کی تعلیم حاصل کی۔ آر نلڈ کی وفات پر اقبال نے نظم لکھی جو اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ وہ نظم ایک ماتم ہے۔ اقبال کے لیے پروفیسر آر نلڈ صرف ایک استاد نہ تھے بلکہ دوستوں کی طرح اقبال پر مہربان تھے۔ اقبال نے اس محبت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے۔

تو کہاں ہے اے کلیم طور ذرۂ سینائے علم	تھی تری موجِ نفسِ بادِ نشاطِ افزائے علم
اب کہاں ہے وہ شوقِ رہِ پیائے صحرائے علم	تیرے دم سے تھا ہمارے سر میں بھی سودائے علم
کھول دے گادشت و حشت عقدہ تقدیر کو	توڑ کر پہنچوں گا میں پنجاب کی زنجیر کو
دیکھتا ہے دیدہ حیراں تری تصویر کو	کیا تسلی ہو مگر گرویدہ تقدیر کو <sup>4</sup>

درج بالا بیان کردہ اشعار کا پہلا مصرع پروفیسر عبدالحق نے اس طرح لکھا ہے: ”تو کہاں ہے اے کلیم طور ذرۂ سینائے علم“<sup>5</sup>

ڈاکٹر گیان چند نے ابتدائی کلام اقبال میں اس مصرع کے حوالہ سے لکھا ہے: ”کلام: کلیم ذرہ سینائے علم (بیاض: کلیم، اے شعلہ سینائے علم رذاق و بانگ: مطابق متن)“<sup>6</sup>

تدوین کے مسائل کی وجہ سے یہ مصرع کلام اقبال مرتبہ محمد انور خان ۱۹۲۴ء میں مختلف، بیاض اقبال قلمی جو عماد الدین کے ذخیرے سے میسر آئی تھی اس میں مختلف، کلیات اقبال مرتبہ عبدالرزاق حیدر آباد ۱۹۲۴ء اور بانگ دار ۱۹۲۴ء میں ملا جلا شائع ہوا۔ پروفیسر عبدالحق نے ”طور“ کے اضافے سے یہ مصرع درج کیا ہے۔ ”طور“ کا لفظ اب تک کہیں بھی سامنے نہیں آیا۔

پروفیسر عبدالحق کا شوقِ جستجو اور اندازِ تحقیق انہیں تدوین و تالیف کی طرف لے کر گیا اور اس طرح اقبالیات میں آپ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ بہت سے پہلوؤں پر تحقیق کی ضرورت ہے۔ اقبال کو اگر صحیح طور پر سمجھنا ہے تو ضروری ہے کہ اقبال نے جو اشاروں اور کتابوں میں باتیں اپنے اشعار میں، اپنے خطبات میں، اپنے خطوط میں اور اپنے دیگر مضامین میں کہی ہیں، وہ وضاحت سے سامنے لائی جائیں۔ پروفیسر عبدالحق نے اقبال کے تین ماخذ بیان کیے ہیں۔ پہلا ماخذ والدین جن سے مذہبی ماحول میسر آیا دوسرا مولانا میر حسن، جن کی محفل سے اقبال کے قلب و ذہن میں دانش

<sup>3</sup> Allama Iqbal, *Stray Reflections Edited by Javed Iqbal* (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, 2012), 167.

<sup>4</sup> اقبال، کلیات اقبال اردو، بانگ درا، نالہ فراق (لاہور: اقبال اکیڈمی پاکستان، 2004ء)، 105۔

<sup>5</sup> پروفیسر عبدالحق، اقبال کے ابتدائی افکار، فکری سرگزشت (دہلی: جمال پرنٹنگ پریس، 1929ء)، 72۔

<sup>6</sup> ڈاکٹر گیان چند، ابتدائی کلام اقبال (دہلی: نوٹو آفسٹ پرنٹر، 1988ء)، 418۔

اور آگہی کی قلبی کھلی اور تیسرا ماخذ پروفیسر آرنلڈ کا ہے جن کی تعلیم نے اقبال کے ذہن میں پوشیدہ گتھیوں کو سلجھانے میں مدد دی۔ اس کے بعد پروفیسر عبدالحق نے ان محرکات کا ذکر کیا ہے جو اقبال کی شخصیت اور علم و دانش کا حصہ ہیں اور عوام الناس کے لیے متاثر کن ہیں۔ پروفیسر عبدالحق نے اقبال کے خطوط کی اہمیت پر روشنی ڈالی ہے، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اقبال نے شاعری کے علاوہ بھی خطوط میں اپنے جوہر دکھائے ہیں، اقبال کے خطوط لیلیٰ مجنوں کے خطوط نہیں بلکہ علم و ادب، فکر و فلسفہ، اور سیاست و تاریخ سے لبریز خزانہ ہے۔ اقبال کی شاعری کو دیکھیں۔ وہ نظمیں جو خاص طور پر انجمن حمایت اسلام کے جلسوں میں پیش کی گئی ہیں ان نظموں میں اقبال نے مسلمانوں کو ان کا شاندار ماضی یاد کرایا ہے اور ساتھ ہی اس بات پر بھی سنجیدگی سے غور کرنے کی طرف رغبت دی گئی ہے کہ تمہارا حال اب کیا ہے؟ سب گفتار کے غازی نظر آتے ہیں کردار کا غازی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ اس دور کی نظموں کے حوالہ سے پروفیسر عبدالحق کہتے ہیں۔ ”ان نظموں میں اسلامی روح کی طرف بار بار اشارے ملتے ہیں۔ اس دور کا یہ ایک خاص انداز فکر تھا جس کی مثالیں شبلی و حالی کی نظموں میں کثرت سے ملتی ہیں“<sup>7</sup> اقبال کا فکر و فلسفہ جو بھی راہ اختیار کرے حتیٰ نتیجہ ملت کی اصلاح کے لیے یہی تجویز کرتے تھے کہ دلوں کو حب رسولؐ سے منور کیا جائے۔ اس طرح سیرتِ نبویؐ کی اتباع ہی کامیابی کی ضمانت دے سکتی ہے۔ اقبال کی شاعری ہو، خطوط ہوں، خطبات ہوں، بیانات ہوں۔ اقبال کے ہاں فلسفہ، سیاست، تاریخ، مذہب، دین، غرض یہ کہ ہر وہ چیز میسر آسکتی ہے جو دوسروں کے دل کو راحت فراہم کرتی ہو اور عمدہ ترین ماخذ و محرک ثابت ہوتی ہو۔

پروفیسر عبدالحق نے اقبال کے ابتدائی افکار کا ذکر کیا ہے۔ اقبال کی ان خوبیوں کا ذکر پروفیسر وقار عظیم نے کچھ اس طرح کیا ہے:

”اقبال فلسفی ہیں اور ایسے فلسفی جنہیں مشرق و مغرب کے فلسفیوں پر یکساں عبور ہے۔ وہ عالم دین ہیں اور ایسے عالم دین جنہوں نے دین کی صحیح روح کو اپنے اندر جذب کیا ہے۔ وہ سیاستدان ہیں اور دنیا کی سیاست کے پیچ و خم ان کی نظر کے سامنے ہیں۔ وہ تاریخ دان ہیں اور تاریخ کی روشنی میں حال کا جائزہ لیتے اور مستقبل کی زندگی کا تصور کرتے ہیں۔ وہ شاعر ہیں اور ان کی حکمت جذبے کے اضطراب کو اپنے اندر سمیٹتی اور سموتی ہے۔ اقبال کی جامع ذات علم کی شیدائی ہے۔ انہیں زندگی کے جس گوشے میں علم کی کوئی کرن دکھائی دیتی ہے، بے تابانہ اسکی طرف لپکتے ہیں“<sup>8</sup>

اس طرح واضح ہے کہ اقبال کی شخصیت میں کس قدر خوبیاں موجود تھیں۔ سید وقار عظیم نے جو باتیں بیان کی ہیں پروفیسر عبدالحق نے محرکات میں تفصیلی طور پر ان باتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ سید وقار عظیم کی باتوں میں بیان کردہ خوبیوں سے ان ماخذوں کی طرف اشارہ ہوتا ہے جن کا ذکر پروفیسر عبدالحق مختلف جگہوں پر کیا ہے۔ تین ماخذ، والدین، مولانا میر حسن اور پروفیسر آرنلڈ، خاص بات جو پروفیسر عبدالحق نے کی ہے وہ حب رسولؐ کی ہے۔ امت مسلمہ کی کامیابی کے لیے حب رسولؐ ہی وہ راستہ ہے جو کامیابی کا ضامن ہے۔

اقبال نے اپنے کلام کا بہت سا حصہ حذف کر دیا تھا جس کی سب سے بڑی وجہ وہ زبان و بیان کی خامیاں قرار دیتے تھے۔ شاعری کا کچھ ایسا حصہ نظر سے بھی گزرتا ہے جو اقبال کے ابتدائی کلام سے ہم آہنگ نظر نہیں آتا۔ کلام اقبال کا وہ حصہ جسے اقبال نے حذف کیا تھا اب بہت حد تک شائع ہو کر سامنے آچکا ہے۔ اس کی مدد سے ہم اقبال کے ذہنی ارتقا کا جائزہ لے سکتے ہیں۔ اقبال فکر و فلسفہ کی نگاہ سے دیکھتے اور سوچتے تھے۔ اس لیے اقبال کو شاعری اور نثر میں سے کسی ایک کی حد میں قید کرنا مناسب نہ ہو گا۔ اگر ہم یہ سمجھ بیٹھیں کہ شاعر صرف اشعار میں ہی اپنے افکار کی ترجمانی

<sup>7</sup> پروفیسر عبدالحق، اقبال کے ابتدائی افکار، قمری سرگزشت (دہلی: جمال پرنٹنگ پریس، 1929ء)، 85۔

<sup>8</sup> پروفیسر سید وقار عظیم، اقبالیات کا مطالعہ، مرتبہ، ڈاکٹر سید معین الرحمن (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 1977ء)، 207۔

کرتا ہے۔ لوگ صرف شاعری تک ہی اس شاعر کی شخصیت محدود کر دیتے ہیں جو کسی بھی طرح مناسب نہیں۔ اقبال کو یہ صفت حاصل ہے کہ وہ مفکر تھے اور ان کے اشعار فکر و فلسفہ لیے ہوئے ہیں۔ اس طرح ان کی شاعری میں فن کا پہلو بہت اہمیت حاصل کر چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کا ہر جملہ، ہر تحریر اور ہر تقریر بہت اہمیت رکھتی ہے۔ وسیلہ اظہار کی کوئی اہمیت نہیں ہے فکر و نظر میں خیالات اور افکار کی افادیت زیادہ ہو ا کرتی ہے۔ اقبال کے خیالات اور نظریات کا بہت کم حصہ ہے جو کلام میں منتقل ہوا ہے۔ ہر بات جو ذہن میں ہوتی ہے بعض اوقات اس کا اظہار مشکل ہو جاتا ہے۔ اقبال کے بارے میں غور کریں تو جگہ جگہ نیارنگ دکھائی دے گا۔ اقبال کی لکھی ہوئی ہر سطر کو شائع کرنا چاہیے۔ یہ قوم کی میراث ہے کسی کا مال غنیمت نہیں ہے۔ اقبال کی نثری تحریریں اقبال کی شاعری سے کسی بھی طرح کم نہیں ہیں۔ اور نہ ہی یہ کمی یا بیشی کے معیار پر جانچی جاسکتی ہیں بلکہ نثری مواد تلاش کیا گیا تو ایسا محسوس ہوا کہ وہ شاعر انہ مواد سے زیادہ ہی ہے۔

اقبال کو اگر بطور شاعر دیکھنا ہو تو ہم شاعری تک محدود رہ کر بات کر سکتے ہیں اگر فکر کے حوالہ سے بات کریں تو اقبال کی لکھی ہوئی ایک ایک سطر کو ذہن میں رکھنا ہو گا۔ اقبال صرف شاعر ہی نہ تھے بلکہ مفکر بھی تھے اس لیے شعر و فن کی بحث کرتے وقت فکر و نظر کو بھی سامنے رکھنا ہو گا اور جب ہم اقبال کے اسلوب فن کی بات کرتے ہیں تو فکر و فلسفہ کی بات خود ہی چھڑ جاتی ہے۔ بعض اوقات فکر و فلسفہ کے مسائل بہت دقیق ہوتے ہیں۔ شاعری میں ان کا اظہار دشوار ہوتا ہے اور دوسروں کی سمجھ سے بالاتر ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے نثر کا انداز ہی سب سے بہتر سمجھا جاتا ہے۔ نثر میں فلسفیانہ نظریات کی تشریح آسانی سے بیان کی جاسکتی ہے۔ اظہار و ترسیل کا وہی عمدہ انداز ہے۔ اقبال نے اپنے فلسفیانہ خطبات کو نثری اسلوب میں پیش کیا اور فکر و نظر کے فلسفیانہ اسلوب کے اظہار کے لیے اقبال نے نثر کا انداز ہی اختیار کیا ہے۔ اقبال کے فکر و فن کے حوالہ سے دیکھیں جس کا آغاز باقیات کے ابتدائی دور کے بعد شروع ہوتا ہے۔ ناقدین نے اسے اقبال کا ابتدائی دور تسلیم کیا ہے۔ پہلے دور میں اقبال کے ذہن پر قوم کی اصلاح کا جذبہ غالب تھا۔ جبکہ دوسرے دور میں استفہام و استفسار کے جذبے کا رجحان نظر آتا ہے۔ جبکہ دوسرے دور میں استفہام و استفسار کے جذبے کا رجحان نظر آتا ہے۔ اقبال اس دور میں شدید ذہنی خلش اور اضطراب میں مبتلا تھے اور انفس و آفاق کے راز جاننے کے لیے بے قرار دکھائی دیتے ہیں۔ ان حالات میں وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ اپنا حال اور مقام بھی متعین کر سکیں۔ اقبال حقیقت جاننے کے لیے بے چین ہیں۔ نظم ”ہمالہ“ میں سوال اٹھاتے ہیں۔ حالانکہ جواب نہیں ملتا۔ نظم ”گلرنگیں“ میں سوال کیے ہیں۔ نظم ”عہد طفلی“ میں بھی یہ جذبہ عیاں ہے۔ اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ سوالات کرنے سے اقبال کا تلاش و تفکر مزید پروان چڑھ رہا ہے۔ ان سوالات سے ہم اقبال کے فکر و نظر کا تجزیہ آسانی سے کر سکتے ہیں اس دور میں جہاں اقبال فکر و نظر کے دور استفہام سے گزرے وہاں کچھ مایوسی کا شکار بھی نظر آئے۔

زندگانی جس کو کہتے ہیں فراموشی ہے یہ خواب ہے، غفلت ہے، سرمستی ہے، بے ہوشی ہے یہ<sup>9</sup>

انسان اگر اپنی حقیقت جان لے تو وہ غفلت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس پر سستی اور بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے۔ زندگی کے بارے میں جان لینے کا یہ نقصان ہوتا ہے کہ انسان متحرک نہیں رہتا۔ دوسرے دور میں کچھ ایسا استفہامی رویہ اقبال کے ہاں نظر آتا ہے۔

<sup>9</sup> اقبال، کلیات اقبال اردو، بانگ درا، بچہ اور شاعر (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، 2004ء)، 120۔

دوسرے دور میں اقبال فطرت پرست بھی نظر آتے ہیں۔ اس دور میں اقبال کی شاعری میں فطرت کی مصوری دیکھنے کو ملتی ہے۔ اس کے لیے نظم ”ایک آرزو“، ”ماہ نو“ اور ”ابر“ کے چند اشعار مثال کے طور پر پیش کیے جاسکتے ہیں۔

اقبال نے اس دور میں کچھ نظموں کے تراجم بھی لکھے ہیں۔ ان تراجم میں اخلاقی پہلو کو خاص طور پر مد نظر رکھا ہے۔ ان تراجم میں زیادہ نظمیں بچوں کے لیے ہیں۔ ”بانگ درا“ کے حصہ اول پر غور سے نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اس حصہ میں اپنے خیالات و نظریات کو ابتدائی طور پر اس حصہ میں مضبوطی سے پیش کیا ہے۔ اقبال نے تلمیحات و تضمین سے بھی مدد لی ہے اور اپنے فکر و فن کو مزید تقویت دی ہے۔ سر سید احمد خاں کا کردار و گفتار، غالب کا مفکرانہ و فلسفیانہ فکر اور مولانا روم کا صوفیانہ علم و عرفان اقبال کے لیے متاثر کن تھا۔ اقبال ان کے فکر و فلسفہ سے متاثر ہوئے اور ان سے فیض یاب بھی ہوئے۔ تصوف پر تو اقبال نے تنقیدی نگاہ بھی ڈالی۔ نظم ”زہد اور رندی“ میں تو شدید تنقید نظر سے گزرتی ہے۔

پھر وہ دور آتا ہے جب مغرب میں دین سے بیزاری کی تحریکیں چلنا شروع ہو جاتی ہیں۔ دین اور سیاست کو علیحدہ علیحدہ کرنے کا رویہ پروان چڑھنا شروع ہوا۔ ریاست اور عبادت گاہ زندگی کے دو علیحدہ پہلو قرار دیے گئے۔ اقبال نے اس پر بھی قلم اٹھایا۔ دین، دنیا اور سیاست کے حوالہ سے ہماری ذمہ داری کیا ہے؟ اقبال کے اشعار میں اس حوالہ سے بھی بہت سامواد مل سکتا ہے۔

اقبال نے مرثیوں کو بھی اپنے پیغام کے لیے موثر انداز میں استعمال کیا ہے۔ یہ پیغام اقبال کے فکر و فلسفہ کا پیغام ہے۔ اقبال نے اگر ”داغ“ کا مرثیہ کہا ہے تو اسکے آخری اشعار میں بھی اقبال کا فکر پوشیدہ ہے۔ اقبال نے ملکہ و کٹوریہ کا جو مرثیہ کہا ہے اسمیں سیاست کے بنیادی اصولوں اور ضابطوں کی جھلک دیکھی جاسکتی ہے۔

اقبال کے ہاں اس دور میں ہی فکر و فن کا سمندر غوتے کھاتا محسوس ہوتا ہے۔ ناقدین، محبانِ اقبال اور شناسانِ اقبال نے متعدد موضوعات پر گفتگو کی ہے اور اقبال کا موقف واضح کیا ہے۔ اگرچہ ”بانگ درا“ کی اشاعت ۱۹۲۴ء میں ہوئی مگر پروفیسر عبدالحق نے اقبال کے جن افکار پر روشنی ڈالی ہے وہ اقبال کے ۱۹۰۵ء تک کے دور کے کلام پر مشتمل ہیں۔ اقبال کے افکار اس دور میں بھی انتہائی مضبوط اور مدلل تھے۔ آہستہ آہستہ اقبال کے فکر و فن میں مزید مضبوطی آتی رہی اور ”اقبال گر“ مولوی میر حسن کا بنایا ہوا اقبال سرمایہ افتخار بن گیا۔

اقبال عقدہ راز تلاش کرنے میں راحت محسوس کرتے تھے۔ نتیجہ جو بھی ہو وہ اس پر توجہ نہیں دیتے تھے بس کوشش یہی رہتی کہ ایسا عمل بار بار اور باقاعدگی سے جاری رہنا چاہیے۔ نتائج سے بے نیاز ہو کر اقبال تلقین کرتے تھے کہ اپنی کوشش میں مصروف رہنا چاہیے۔ اقبال کا فلسفہ عمل شروع سے آخر تک اسی انداز سے رواں دواں ہے اور آخری دور تک اقبال اپنے اس نظریہ کی تبلیغ کے لیے کوشاں رہے۔ یہ ایسا فلسفہ ہے جو جہدِ مسلسل کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس طرح پوشیدہ اشیاء کی تلاش اور اس کے بارے میں جانچ کا رویہ اقبال پر حاوی نظر آتا ہے۔ زندگی کے آخری یا تیسرے دور میں اس رویہ کی شدت پائی جاتی ہے۔ اقبال فطرت سے بھی بہت زیادہ قریب نظر آتے ہیں۔ شعر کی فطرت سے قریب ہونے کی وجہ روحانی تاثرات ہیں روحانی شاعری کے معاشرتی محرکات مکمل طور پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ شعر کو فطرت سے قریب ہونے کی وجہ روحانی تاثرات ہیں۔ روحانی شاعری کے محرکات مکمل طور پر اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔

ایک اور وجہ ہے جسے افلاطونی یا صوفیانہ اثرات بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس اثر کے تحت ان شعر کو فطرت میں بے پناہ حسن محسوس ہوتا ہے یہ حسن دراصل ان کے نزدیک حسنِ ازل ہے۔ شعر اکرام اس حسنِ ازل کا ذکر مختلف انداز سے کرتے ہیں۔ مگر ان کا مرکز خیال یہی ہوتا ہے کہ ہر شے حسین ہے اور حسنِ ازل کی جھلک لیے ہوئے ہے۔ اسے اگر اپنی اصل سے جدا کر دیا جائے تو یہ بے قرار رہتی ہے۔ اقبال بھی فطرت

کے مناظر سے بہت دلچسپی رکھتے تھے۔ آپ فطرت کی تحسین کے قائل تھے اور انہیں بھی فطرت اور قدرت کے ہر منظر میں حسنِ ازل کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ اقبال متفکرانہ انداز میں ذات و کائنات کے متعلق سوالات لیے ہوئے تھے اور انکے جواب کی تڑپ شدت سے تھی۔ اس لیے آپ کائنات کی ہر شے سے مخاطب ہوتے تھے۔ ہر ایک سے سوالات کرتے تھے۔ ذات اور کائنات کے تعین میں انہیں فطرت کی بے شمار اشیاء سے محبت معلوم ہوتی ہے۔ انسان اور کائنات کے باہمی رشتوں پر بھی روشنی ڈالیں تو اقبال کے تصورات ہمیں استفہام کی دنیا میں ضرور پھراتے ہیں۔ فطرت پرستی کا رجحان عام تھا اقبال نے اس دور کے بعد فطرت کو ہمیشہ ایک ثانوی مقام دیا اس ڈر سے کہ کہیں فطرت بھی کوئی بت ہی نہ بن جائے۔ اقبال کے فکرو فن میں فطرت پرستی کو کوئی خاص مقام حاصل نہیں ہے۔ پس منظر کے طور پر کہیں ذکر ہے یا پھر فطرت سے اپنے دیگر مقاصد پورے کیے ہیں۔ اس طرح نہیں جیسے ولیم ورڈزور تھ کا معاملہ ہو۔ اقبال نے فطرت کے مناظر و مظاہر کا تذکرہ اپنے فکر و فلسفہ میں پیش کیا ہے۔ اس مضمون کے مطالعہ سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اقبال کے فکر و فلسفہ پر مشرقی ماحول کا نمایاں اثر تھا۔ اقبال کی تربیت میں گھر کے ماحول، والدین اور ابتدائی اساتذہ کا اثر بھی نمایاں طور پر اقبال کی شخصیت پر نظر آتا ہے۔ اقبال استفہامی کیفیت کے تاثر سے اشیاء کی حقیقت سے آگہی کا شعور بیدار کرنے میں کامیاب رہے یہی وجہ ہے کہ فکرِ اقبال میں بصیرت کا جہان آباد ہے۔

اقبال کے ماخذ اور محرکات کا مطالعہ اقبالیات کے طلباء کو نئی راہوں پر رواں دواں کرتا ہے اور ساتھ ہی اقبال کی استفہامی کیفیت کا پہلو بھی فکرِ اقبال کے گوشوں کو نئی راہوں پر گامزن کرتا ہے۔ اقبالیات کے طلباء ان موضوعات کے مطالعہ سے تحقیق و تنقید کی نئی راہیں استوار کریں گے اور فکرِ اقبال کے نئے پہلو سامنے آئیں گے۔

